AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

سیرتِ مصطفی ﷺ کے قبل از نبوت واقعات: مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی تحقیقات کا علمی و تجزیاتی مطالعہ

The Pre-Prophetic Life Events of Prophet Muhammad (PBUH): A Scholarly Analysis of Maulana Muhammad Idrees Kandhlawi's Contributions

Zia Ur Rahman
Department of Islamic Studies, Qurtuba University, Peshawar, Pakistan.

Abstract

This research paper examines the pre-prophetic life events of Prophet Muhammad (PBUH) as analyzed by the renowned Islamic scholar, Maulana Muhammad Idrees Kandhlawi (RA). The study aims to highlight Kandhlawi's scholarly approach, methodology, and his contribution to the discipline of Seerah literature. Maulana Kandhlawi, born in Bhopal and later associated with Kandhla, belonged to a distinguished family of Huffaz and scholars. Having memorized the Holy Qur'an at the age of nine, he pursued his initial studies under the guidance of eminent scholars at Madrasa Ashrafia, followed by higher education at Madrasa Mazahirul Uloom Saharanpur, where he studied under notable teachers such as Maulana Khalil Ahmad Saharanpuri. He completed his Hadith studies in 1917 and earned his sanad of graduation. In his magnum opus Seerat al-Mustafa and other works, Kandhlawi systematically explored the events of the Prophet's life before Prophethood, including his noble lineage, pure upbringing, moral conduct, and spiritual preparedness for the divine mission. This paper presents a critical analysis of Kandhlawi's Seerah narrative, showing how he balanced traditional Islamic sources with a scholarly and contextual understanding. By doing so, the research underscores Kandhlawi's unique role in bridging classical and modern approaches to Seerah writing. The study further emphasizes the significance of examining pre-prophetic events as a foundation for understanding the Prophet's divine mission and character.

Key Words: *Seerah, Pre-Prophethood, Idrees Kandhlawi, Islamic Scholarship, Prophet Muhammad, Academic Analysis*

تعارف موضوع

سیرتِ مصطفی ﷺ کا مطالعہ علومِ اسلامیہ میں ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے ہر پہلو کو اہلِ علم نے مختلف ادوار میں بیان کیا ہے، لیکن قبل از نبوت کے واقعات کو خاص اہمیت حاصل ہے کیونکہ یہی وہ دور ہے جس میں رسول اکرم ﷺ کی اخلاقی عظمت، کردار کی پاکیزگی اور روحانی تیاری نمایاں ہوتی ہے۔ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ برصغیر کے نامور محدث، مفسر اور سیرت نگار تھے جنہوں نے سیرت نگاری کے فن کو علمی و تحقیقی بنیادوں پر استوار کیا۔ ان کی مشہور کتاب سیرت المصطفی ﷺ خصوصاً قبل از نبوت کے حالات کو مدلل اور معتبر انداز میں پیش کرتی ہے۔ مولانا نے سیرت نگاری میں نہ صرف مآخذ و مصادر کا تنقیدی جائزہ لیا بلکہ واقعات کو عصری تناظر میں بھی بیان کیا۔ اس تحقیقی مطالعے میں مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے اسلوب، مصادر و مراجع، اور ان کی سیرت نگاری کے امتیازات کا جائزہ لیا جائے گا تاکہ قبل از نبوت کے واقعات کی علمی و تحقیقی اہمیت کو اجاگر کیا جا سکے۔

حالات زندگی

تعارف سیرت نگار:

مولانا محمد ادریس کاندھلوی بن مولانا حافظ محمد اسماعیل کاندھلوی بھوپال میں پیدا ہوا ہے (مقدمۃ تفسیر معارف القرآن ص 14) جبکہ آپ کا وطن مالوف کاندھلہ ہے اور مولانا صاحب نے خود اپنی تفسیر معارف القرآن کے مقدمہ میں بیان فرمایا ہے کہ بھوپال میرے جانے ولادت ہے اور کاندھلہ میرا وطن ہے.

حفظ القرآن الکریم:

مولانا صاحب ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوا ہے جس کا باپ بھی عالم دین تھا اور خاندان میں بھی اکثر سمجھدار اور پرہیز گار لوگ تھے۔ مولانا کے خاندان کے اکثر مرد تو حافظ قرآن تھیں جبکہ خواتین میں بھی بعض حافظ قرآن تھیں اور جو خواتین حافظ قرآن نہ تھیں تو وہ بچوں قرآن مجید پڑھا کر قرآن مجید پر بڑے بڑے حفاظ سے ن زیادہ عبور حاصل کر لیتے تھیں۔ مولانا صاحب کے خاندان میں جب کوئی مرد حفظ قرآن کرتا تھا تو وہ ھر سال تراویح میں قرآن مجید سنایا کرتے تھے۔ اللہ رب العالمین نے جب مولانا محمد اسماعیل کاندھلوی کو بیٹے کی شکل میں ایک تحفہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی دیا تو مولانا محمد اسماعیل کاندھلوی نے اپنے خاندان کے سابقہ روایات کو بر قرار رکھتے ہوئے اپنی بیٹھے مولانا محمد ادریس کاندھلوی کو مدرسہ میں داخل کرایا۔ 9 برس میں مولانا صاحب نے قرآن پاک حفظ کرنے کی سعادت حاصل کیں۔

ابتدائی تعلیم:

مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے جب حفظ قرآن کی تکمیل کی تو اس کے بعد مولانا کے والد محترم نے مولانا صاحب کو مولانا اشرف علی تھانوی کے ھاں داخل کرایا۔ مولانا اشرف علی تھانوی کے مدرسے میں چونکہ ابتدائے کتب پڑھایا جاتے تھے تو مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے مدرسہ اشرفیہ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔

اعلی تعلیم:

اعلی تعلیم حاصل کرنے کیلئے مولانا محمد اسماعیل کاندھلوی اپنی بیٹے کو مدرسہ عربیہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل کرایا اور وہاں مظاھر العلوم میں مولانا ادریس کاندھلوی صاحب نے مولانا حافظ عبد الطیف، مولانا ثابت علی اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمھم اللہ جیسے کبار جلیل القدر علماء کرام اور اساتذہ کرام سے استفادہ کیا اور 1917/1336ء میں 19 سال کے عمر میں مولانا صاحب نے دورہ حدیث کر کے سند فراغت حاصل کئیں۔

دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث:

مولانا صاحب کے علمی زوق چونکہ زیادہ تھا اور اس وقت دارالعلوم دیوبند میں کبار اور جلیل القدر علماء کرام تھی مولانا نے دیکھا کہ دارالعلوم دیوبند جبال العلوم کا ایک عظیم مرکز ہے۔ تو اس لئے مولانا صاحب نے دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث کیلئے داخلہ لیا۔ وہاں مولانا صاحب نے علامہ انور شاہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی، مفتی عزیز الرحمن اور میاں اصغر حسین دیوبندی رحمھم اللہ جیسے جبال العلوم سے استفادہ کیا اور دوبارہ دورہ حدیث (مقدمۃ تفسیر معارف القرآن ص12) کے سند فراغت دارالعلوم دیوبند سے حاصل کئیں۔

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

تدریس زندگی:

مدرسہ امینیہ:

مولانا صاحب زمانہ طالب علمی میں بہت محنت کرتا تھا اور دروس کو یاد کرتے تھے زمانہ طالب علمی میں ان کے کوشش اور زہانت کا چرچہ تھا ھر مہتمم اور عالم کا یہ خواہش تھا کہ جب مولانا صاحب مدرسے سے سند فراغت حاصل کرلیں تو وہ ان کے مدرسے میں درس وتدریس کا آغاز کریں ان مہتممین اور علماء کرام میں دہلی کے مشہور مدرسہ امینیہ کا جلیل القدر اور مایہ ناز عالم دین کفایت اللہ صاحب بھی تھے چنانچہ مفتی صاحب نے مولانا کو دعوت دیا اور مولانا صاحب نے مفتی صاحب کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اپنی تدریس کا آغاز مدرسہ امینیہ 1338ھ 1921ء سے کیا اور یہ تدریسی مرحلہ اس مدرسے میں ایک سال رہا۔

مدرسہ امینیہ دہلی کا تعارف وقیام:

مدرسہ امینیہ دھلی میں واقع ایک مدرسہ ہے جس کی بنیاد مولانا انور شاہ کشمیری اور مولوی امین الدین دھلوی نے 1897ء میں بنیاد رکھا اور اس مدرسے کے مدرس اول مولانا انور شاہ کشمیری اور مہتمم اول مولوی امین الدین صاحب کے منصب پر فائز ہوئے تھے۔

دارالعلوم دیوبند:

مولانا صاحب کے تدریس کے ایک سال مدرسہ امینیہ میں مکمل ہوا تھا کہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اور آپ کے اساتذہ کرام نے آپ کو دارالعلوم دیوبند میں تدریس کیلئے دعوت دیا مولانا صاحب کیلئے اپنی مادر علمی میں درس وتدریس کرنا ایک بڑا اعزاز تھا لیکن دوسری طرف یہ غم بھی تھا کہ کس طرح مدرسہ امینیہ کو چھوڑوں گا نیز مولانا صاحب نے مدرسہ امینیہ سے استعفیٰ لیا اور اسکے بعد کو دارالعلوم دیوبند میں تدریس کا آغاز کیا۔ مولانا صاحب کو تدریس کیلئے بڑے بڑے اور مشکل کتابیں فقہ میں الہدایہ اور ادب میں مقامات حریری جیسے کتب دیں گئے۔ مولانا صاحب نے اسی سال نماز فجر کے بعد درس قرآن کا اہتمام کیا جس میں ادنی متوسطہ اور اعلی درجات کے لوگ حتی کے بعض اساتذہ کرام بھی درس قرآن میں شریک ہوتے تھے۔ اس امتیازی شان کے بناء پر مولانا صاحب کو شیخ التفسیر کے منصب پر 1355 / 1924ء میں فائز کیا۔ اور مولانا صاحب کو بیضاوی اور تفسیر ابن کثیر پڑھانے کے زمداری بھی سونپی تھی گئی۔ دارالعلوم دیوبند سے تدریس کا تعلق 19241347ء تک رھا اور ازان مولانا صاحب حیدرآباد دکن گئے۔

دارالعلوم دیوبند کا قیام وتعارف:

دارالعلوم دیوبند علوم دینیہ کا ایک عظیم مرکز ہے اس کے بنیاد مولانا محمد قاسم نانوتوی نے رکھی. اس کا افتتاح 15 محرم الحرام 1283ھ-30 مئی 1866ع کو جمعرات کے دن بھارت کے شہر دیوبند میں ھوا. افتتاح کا انداز بھی بہت عجیب تھا افتتاح کیلئے کوئی پروگرام کا انعقاد نہیں کیا گیا بلکہ استاذ مولانا محمد دیوبندی نے اپنی ایک مخلص شاگرد محمود حسن جو بعد میں شیخ الہند کے نام سے مشہور ھونے کو انار کی درخت کے نیچے سبق پڑھایا اور درروز کا آغاز ہو گیا۔ اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے لاکھوں لوگوں نے اس عظیم مرکز، سے استفادہ کیا اور اب بھی استفادہ کررہا ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

حیدرآباد دکن:

حکومت وقت کے دعوت پر مولانا صاحب نے دارالعلوم دیوبند چھوڑ کر 1347ھ-1929ع حیدرآباد دکن آگئے اور وہاں اھل علم حضرات سے ملاقاتیں بھی ھوئے اور علمی مجالس بھی تھے مولانا صاحب ان میں بیٹھتے تھے حیدرآباد دکن آکر مولانا صاحب نے تصنیف و تالیف کا اہتمام کیا اور وہاں کے بڑے بڑے مکتبوں اور کتب سے مستفید ہو کر بہترین کتب لکھیں جیسے مشکواۃ المصابیح کے شرح التعلیق الصبیح وغیرہ

دارالعلوم دیوبند واپسی:

دارالعلوم دیوبند میں علامہ شبیر احمد عثمانی صدر مہتمم اور قاری محمد طیب مہتمم بن گئے تو انہوں نے مولانا صاحب کو دعوت دے کر ستر روپی مشاھرہ (ماہانہ تنخواہ پر شیخ التفسیر منصب سنبھالنے کی پیشکش کئیں مولانا صاحب نے اپنی والد صاحب سے مشورہ کر کے ان کی دعوت کو قبول کیا مولانا صاحب کو حیدرآباد دکن میں ڈھائی سو روپی مشاھر ملتے تھے جبکہ دارالعلوم دیوبند میں ستر روپی مشاھرہ پر دعوت دنیں گئے تھے مولانا صاحب کیلئے یہ ایک بڑا امتحان تھا کہ ایک طرف ڈھائی سو مشاہرہ جبکہ دوسرے طرف ستر روپی مشاھرہ تھے لیکن مولانا صاحب نے ستر روپی مشاھرہ کو ترجیح دے کر اپنی مادر علمی میں دوبارہ تدریس کا آغاز کیا(مقدمۃ تفسیر معارف القرآن ص5)۔ مولانا صاحب نے قیام پاکستان کے بعد ہجرت تک تقریبانوبرس آپ دارالعلوم دیوبند میں تدریس کے فرائض سرانجام دئیں رہے تھے۔

مولانا صاحب وہاں بیضاوی، تفسیر ابن کثیر اور احادیث کے بعض کتابیں سنن ابی داؤد اور طحاوی کے مشکل الآثار جیسے کتب پڑھائیں

ہجرت پاکستان:

14 اگست 1947 کو جب پاکستان ایک علیحدہ وطن کا قیام ہوا تو ہندوستان میں رہنے والے اکثر مسلمان نے مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) اور مغربی پاکستان پاکستان کی طرف ہجرت شروع کئیں 1947 سے لیکر 1971 تک پاکستان اور بنگلادیش ایک وطن تھا پاکستان کو مغربی جبکہ بنگلہ دیش کو مشرقی پاکستان کہلاتا تھا، 1971 میں بعض وجوہات کی بناء پر مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان ایک دوسرے سے علیحدہ ہوگئے تو مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش جبکہ مغربی پاکستان کو پاکستان کا نام دیا گیا اور دو الگ الگ وطن بن گئے۔1949 میں مولانا صاحب نے دارالعلوم دیوبند سے استعفیٰ لیا ھندوستان میں جب علماء کو پتہ چلا کہ مولانا صاحب نے دارالعلوم سے استعفیٰ لیا ہے، ہندوستان کے مہتمین کرام نے مولانا کو تدریس کے لئے دعوت دیں لیکن مولانا صاحب نے ان سب سے سے معذرت کرلی کیونکہ مولانا صاحب نے ہجرت پاکستان کا ارادہ کیا تھا۔

ہجرت سے پہلے اکتوبر 1949 کے مہینے میں مولانا صاحب کو وزارت تعلیم بہاولپور کی ریاست کا مراسلہ (خط) ملا جس میں مولانا صاحب کو یہ اطلاع دئیں گئے تھے کہ جامعہ عباسیہ اسلامیہ میں علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب کو رئیس الجامعہ (چانسلر) اور آپ کو شیخ الجامعہ (وائس چانسلر) مقرر کیا گیا ہے۔ مولانا صاحب نے دعوت وزارت تعلیم بہاولپور کا مراسلہ تسلیم کر لیا اور 1369ھ/ 4 دسمبر 1949 کو آپ براستہ بمبئی بحری جہاز سے کراچی کیلئے روانہ ہوئے بحری جہاز میں آنے کی ایک حکمت یہ تھی کہ مولانا کی ذاتی کتب حفاظت کے ساتھ پاکستان پہنچ جائیں 21 دسمبر 1949 کو آپ مع اھل خانہ حفاظت کے ساتھ پاکستان پہنچے، پاکستان پہنچنے کے بعد مولانا صاحب نے جامعہ عباسیہ بہاولپور میں بحثیت شیخ الجامعہ (وائس چانسلر) تدریس خدمات کا سلسلہ 25دسمبر 1949 کو شروع کیا

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

جامعہ عباسیہ اسلامیہ بہاولپور:

مولانا صاحب جب کراچی پاکستان پہنچ گیا تو کراچی میں مختصر قیام کے بعد بہاولپور اگر جامعہ عباسیہ اسلامیہ میں تدریس شروع کیا۔ دارلعلوم دیوبند میں چونکہ روحانی ماحول تھی اور درس و تدریس اور وہاں وقت گزارنے میں مولانا صاحب کو دلی سکون تھی اور وہاں کے پر خلوص ماحول کے عادی تھے جامعہ عباسیہ اسلامیہ میں دینی اور عصری تعلیم دونوں تھیں بیک وقت دونوں تعلیم (دینی، عصری) ھونے کیوجہ پر مولانا صاحب کے روحانیت پر اثر پڑا، اس کیوجہ سے اس کا دل مطمئن نہیں تھا۔

جامعہ اشرفیہ لاہور کے سالانہ تقسیم اسناد کے تقریب میں شرکت:

جامعہ اشرفیہ کے سالانہ تقسیم اسناد کے تقریب میں مولانا صاحب نے شرکت کر کے مدلل اور ایک جامع تقریر کیئں۔ جامعہ اشرفیہ کے بانی مفتی محمد حسن صاحب نے جب مولانا صاحب کے تقریر سنا تو انتہائی متاثر ہوا مولانا صاحب واپس جامعہ عباسیہ آگیا مفتی صاحب نے جامعہ کے اساتذہ کرام سے مشورہ کر کے مولانا ادریس کاندھلوی کو مراسلہ بھیجا کہ میں آپ کو لذیذ کھانوں کو چھوڑ کر پھیکا کھانے کی طرف بلا تاھوں مولانا صاحب نے جب یہ خط پڑھا تو یہ اتنے خلوص سے لکھا ہوا تھا کہ مولانا صاحب نے مفتی صاحب کی دعوت کو قبول کیا اور جامعہ عباسیہ سے استعفی دیا۔

جامعہ اشرفیہ لاہور:

جامعہ اشرفیہ کے مہتمم مفتی محمد حسن کے مخلص دعوت پر مولانا صاحب نے لبیک کہہ کر جامعہ عباسیہ سے استعفی لیا مولانا صاحب نے جب استعفی پیش کیا تو وزیر تعلیم سید حسن محمود حیران ہوگئے اور انہوں نے عرض کیا کہ ھم آپکو کو مزید سہولیات اور مراعات فراہم کرینگے مولانا صاحب نے ان کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ میں جو توقعات لے کر آیا تھا وہ پوری نظر نہیں آتی وہ یہ تھی کہ میں یہاں تدریس کے ساتھ وعظ و نصیحت کرلوں اور ایک روحانی ماحول پیدا ہو جائے لیکن وہ للّٰہیت اور روحانیت کا ماحول نہ ملا استعفی کے بعد مولانا صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور اگئے اور وصال 1974ع تک آپ جامعہ اشرفیہ لاہور سے اپنا تعلق قائم رکھا"

مرض وفات:

مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی طبیعت جب 2 اگست 1973ع 1393ع کو اچانک خراب ہوگئی رات کو ہچکیاں آئے لگیں ڈاکٹر کو بلایا گیا انہوں نے معائینہ کیا ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ مولانا صاحب انتہائی کمزور ہوگئے ہیں معدہ خراب ہے اور جگر نے کام چھوڑا ہے شدید بیماری کے باجود مولانا صاحب نے درس بخاری کے تدریس کا سلسلہ بند نہ کیا بخاری کے تدریس مسلسل دو گھنٹے بلا وقفہ اور بے تکان بولتے اور دوران تدریس مرض کے آثار قطعا ظاھر نہ ہوتے 16 جولائی 1974ع کو دوبارہ طبیعت خراب ہوگئے اور بے ہوش ہوگیا جب ہوش میں اتھے تو کلمہ طیبہ کا ورد کرتا تھا اور یہ آیت تلاوت کرتے "إنما أشكوا بثي وحزني إلى الله".(سورۃ یوسف آیت 86)" میں تو اپنی پریشانیوں اور رنج کی فریاد اللہ ہی سے کر رہا ہوں".

8 رجب 1394ھ-28 جولائی 1974ع کو صبح صادق کے وقت طلوع آفتاب سے پہلے یہ عظیم الشان شخصیت 74 سال کے عمر میں اس دنیا سے رحلت کر گئے اور اسی دن ظہر کے نماز کے بعد خلف الرشید مولانا محمد مالک کاندھلوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

تصنیفی و تالیفی خدمات:

مولانا صاحب نے اپنا عمر دین اسلام کی اشاعت کیلئے وقف کیا تھا درس و تدریس وعظ اور نصیحت کے علاوہ مولانا صاحب نے دین اسلام کیلئے بہت لازوال قربانیاں دیں مولانا صاحب نے علمی میدان میں بہت کتابیں لکھیں جس میں مندرجہ ذیل کتابیں مشہور ہیں۔

(1) تفسیر معارف القرآن (2) الفتح السماوی بتفسیر تفسیر البیضاوی (3) رسالة مقدمة التفسیر (4) تحفة القاری بحل مشکلات البخاري (5) التعلیق الصبیح علی مشکواة المصابیح (6) حجیت حدیث (7) الكلام الموثوق في أن كلام الله غير مخلوق (8) أحسن الحديث في إبطال التثليث (9) عقائد اسلام (10) علم الكلام (11) دستور اسلام (12) سيرة مصطفى

سیرت

سیرت کا لغوی معنی ہے چال چلن، طریقہ یا زندگی گزارنے کا انداز اور اصطلاح میں سیرت سے مراد کسی شخصیت کی زندگی اور ان کی اخلاق عادات اور اعمال کو سیرت کہتے ہیں اصطلاح شریعت میں خاص طور پر حضور کی زندگی اور آپکے اخلاق، اعمال کا مطالعہ و تذکرہ ہے۔ نبی کریم کی زندگی کے حوالے سے ابتدائی سیرت نگاروں نے قران مجید، احادیث، صحابہ کے اقوال، تابعین اور تبع تابعین کے اقوال، مکتوبات اور خطوط، اشعار اور تاریخی روایات سے سیرت میں استفادہ کیا ہے۔

عبدالمطلب کا خواب اور بئر زمزم

قبیلہ بنو جرہم کے ظلم و ستم کی وجہ سے قبائل عرب نے جب ان کو مکہ سے نکالنے پر مجبور کیا اور مکے کو چھوڑا تو بئر زمزم میں خانہ کعبہ کی چیزوں کو دفن کر کے زمین سے ہموار کر دیا اور زمزم کا نشان ختم کیا(ابن کثیر، البدایہ والنھایہ، ج2، ص244)وقت گزرتے ہی ایک دن عبدالمطلب حطیم میں سو رہا تھا اور وہاں خواب دیکھا اور یہ خواب مسلسل چار دن دیکھا پہلی دن عبدالمطلب کو کہا"احفر برہ"برہ کھودو میں نے سوال کیا"**وما بره؟**"برہ کیا چیز ہے؟وہ بغیر جواب چلا گیا دوسری دن کہا کہ"**احفر مضونة**"مضونہ کھودو میں نے سوال کیا"**وما المضونة؟**"مضونہ کیا ہے؟وہ پھر بلا جواب گیا تیسری دن کہا"**احفر طيبة**"طیبہ کھودو میں نے سوال کیا"وماالطیبۃ؟"طیبہ کیا ہے؟وہ پھر بلا جواب چلا گیا چوتھی دن کہا"احفر زمزم"زمزم کھودو میں نے سوال کیا"ومالزمزم؟"زمزم کے بارے میں بتائے کے یہ کیا ہے؟اس نے کہا"**لا تنزف ابرا ولاتذم تسقى الحجج الاعظم**"وہ ایک کنواں ہے پانی کا، کہ جس کا پانی کبھی نہ ختم ہوتا ہے اور نہ کچھ کم ہوتا ہے اور لاتعداد حجاج اور معترین کو سیراب کرتا ہے اور اس مکان کی علامات بتائیں بار بار خواب دیکھنے سے مجھے پتہ چلا کہ یہ سچا خواب ہے قریش کی مخالفت کے باوجود میں نے کھودنا شروع کیا تین دن کی مسلسل کھدائی پر جب پانی کنویں میں ظاہر ہوا تو انتہائی خوشی سے تکبیر کا نعرہ لگا کر یہ کہا"ھذا طوی اسماعیل"یہی وہ کنواں ہے جو اسماعیل علیہ السلام کا تھا، اس کے بعد چاہ زمزم کے قریب عبدالمطلب نے کچھ حوض بنائی جس سے حجاج کو سیراب کیا کرتے تھے(ابن سعد، الطبقات، ج1ص88)

واقعہ اصحاب الفیل

یہ ایک تاریخی واقعہ ہے جاو570 عیسوی میں پیش ایا یہ واقعہ پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کی پیدائش سے تقریبا50 یا55 دن قبل پیش آیا۔ کہ عرب کے مذہبی اور تجارتی اہمیت بیت اللہ کی وجہ سے تھی ابرہا نے ملک یمن کے دارالحکومت صنعاء میں ایک عبادت گاہ بنایا تا کہ لوگ خانہ کعبہ کو چھوڑئیں اور

یہاں ائے بنو کنانہ کی ایک ادمی کو جب اس کا پتہ چلا تو رات کے وقت اس میں پائخانہ کیا اور دیگر لوگوں نے اس عبادت گاہ کو نظر انداز کیا ابرہا اور دوسرے کفار سے یہ بات حسد کی وجہ سے برداشت نہ ہوئی اور غضب ناک ہوئی تو وہ اپنے ساٹھ ہزار لشکر کے ساتھ خانہ کعبہ پر حملہ کرنے کے لیے نکلی جب وادی محسر کے مقام پر پہنچے اللہ نے ابابیل نامے پرندوں کو بھیجا جنھوں نے ابرھا اور اس کے لشکر پر کنکریاں برسائیں ابرھا کا پورا لشکر تباہ ہو گیا(ابن ھشام، سیرۃ، ج 1، ص 43 تا 56)اور خانہ کعبہ کو نقصان پہنچانے میں ناکام ہوا معلوم ھوا کہ جو شخص بھی دینی مراکز کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں اللہ ان کو تباہ کرتے ہیں اس واقعے کی تفصیل قران مجید کی سورۃ الفیل میں تفصیلا موجود ہیں۔

پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کے حسب اور نسب

عرب میں اس درجہ اہتمام تھا کہ انسانوں سے گزر کر گھوڑوں کی نسب نامی بھی یاد کرتے تھے اور ان باتوں کو بھی یاد رکھتا تھا کہ کون ازاد النسب ہے اور جو غلام النسب ہے۔ حتی کہ دودھ میں بھی خیال کرتے کہ جس نے پاکدامن عورت یارزیلہ عورت کا دودھ پیا ہے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی نسب ہم سب میں افضل ہیں جیسا کہ نے فرمایا کہ میں بااعتبار نسب اور حسب کے تم سے بہتر اور افضل ہو آدم سے لیکر اب تک ھمارے اباوں واجداد میں کہیں زنا نہیں ھوا ہے سب نکاح سے پیدا ھوا ہے اور دوسری جگہ ارشاد نبوی ہے کہ " أناسيد ولد آدم ولا فخر بي"(ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی، سنن ابن ماجہ، ج2، ص144، حدیث نمبر 4308)

میں سارے بنی ادم کا سید ہو اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں۔ تفاخر اس کا نام ہے کہ اپنے بڑائی ہو اور دوسروں کی برائی ہو. پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کا اس سے کسی قسم کا تفاخر مقصود نہیں بلکہ حقیقت حال کو واضح کرنا مقصود ہے تاکہ لوگ ان کے مرتبہ سے واقف ہو جائے۔ آدم علیہ السلام سے لیکر والد، والدہ تک سب کے سب پاکدامن تھے ان میں کوئی بھی فرد سے زنا سرزد نہیں ھوا اسی طرح انبیاء کرام کی بیویوں نے کبھی بھی زنا نہیں کیا ہے پیغمبر علیہ السلام سے مرفوع روایت میں منقول ہے کہ "مابغت امراۃ نبی قط"(در منثور، ج6، ص145)کسی پیغمبر کی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا، اُم المؤمنین عائشہ رض پر جب زنا کی تہمت منافقین نے لگائیں تو رب کریم نے ان کی پاکدامنی ظاھر کیں اور سورۃ النور کی ایت نمبر 11 سے ایت نمبر 20 تک نازل کیا منافقین اور جھوٹ بولنے والوں کو شدید تنبیہ کی جو اس تہمت میں ملوث تھے جب انبیاء کی بیویاں کا فاجرہ ہونا منصب نبوت کی منافی ہے تو انبیاء کی مائیں اور دادیاں کا غیر عفیف ہونا بطریقہ اولی مرتبہ رسالت و نبوت کے منافی ہے وجہ یہ ہے کہ مادری رشتہ رشتہ زوجیت سے قوی تر ہوتا ہے۔

پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام ہم سب میں بڑے نسب والا ہیں بادشاہ روم نے جب اھل قریش کے ایک فرد ابوسفیان سے پیغمبر علیہ السلام کی نسب کے متعلق سوال کیا تو ابوسفیان نے جواب دیا کہ "ھو فینا ذو نسب"(بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح کراچی، اصح المطالع، ج 1، ص 5، باب بدا الوحی)وہ ہم میں بڑے نسب والا ہے قیصر روم نے جب ابوسفیان کا جواب سنا تو قیصر روم نے کا یہ کہا کہ "**وكذالک الرسل تبعث فی أحساب قومها" (بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کراچی، اصح المطالع، ج 1، ص 543، باب مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم)**پیغمبر ہمیشہ شریف فیملی سے ہی ہوتے ہیں۔

ولادت باسعادت

پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام مکہ مکرمہ میں واقعہ فیل سے تقریبا50 یا55 دن بعد اٹھ ربیع الاول دوشنبہ پیر کی دن مطابق ماہ اپریل 571 کو صبح صادق کی وقت ابو طالب کے مکان میں پیدا ہوئی ولادت باسعادت میں مشہور اقوال تو نو 9 اور بارہ 12 ہیں لیکن جمہور محدثین اور مورخین کی نزدیک راجح اٹھ ربیع الاول ہے

ایوان کسری اور بحیرہ ساوہ

ولادت باسعادت کے وقت کچھ واقعات نبوت کے پیش خیمے نمودار ہوئے یہ اسمانی نشانی پیغمبر کے امد کا غیبی اعلان تھا کہ ایک عظیم شخصیت پیدا ہوا ہے اور وہ دین اسلام کی تبلیغ کی وجہ سے کفر وشرک کو ختم کرے گا اور جلد از جلد اکثر جگھوں کو اپنی زندگی میں فتح کرے گا یعنی ایوانی کسری میں ایک عجیب قسم کا زلزلہ ایا جس سے عمارت کے 14 کنگرے گر گئے اور فارس کے ہزار سالوں سے مسلسل روشن اتش کدہ بجھ گیا اور اس کے گرجے منہدم ہو گئی، دریائے ساوہ خشک ہو گیا.

عقیقہ اور تسمیہ

پیغمبر علیہ السلام کی ولادت کے ساتویں دن عبد المطلب نے آپ کا عقیقہ کیا قریش کو دعوت دیا اور ایک تقریب بنایا اور حضور کے لیے محمد کا نام تجویز کیا عرب میں یہ نام غیر معروف تھا جب عبد المطلب نے یہ نام رکھا تو قریش نے پوچھا کہ کیوں اپ نے ایسے نام کا انتخاب کیا جو عرب میں غیر معروف ہیں لیکن یہ القاء ربانی تھی کہ پیغمبر علیہ السلام کے نام کو محمد رکھیں۔

کنیت

پیغمبر علیہ السلام کی دوں کنیت ہے ایک ابو القاسم اور دوسرا ابو ابراہیم، ابو القاسم معروف مشہور کنیت ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑے بیٹے قاسم کے نام پر ہیں جبکہ ابو ابراہیم غیر معروف ہیں انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ جب ماریہ قبطیہ کے بطن سے ابراہیم پیدا ہوئی تو جبرائیل علیہ السلام پیغمبر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور فرمایا کہ "السلام علیک یا ابراہیم!"(حاکم، المستدرک، ج2، ص604)سلام ہو آپ پر اے ابو ابراہیم!

ختنہ

پیغمبر علیہ السلام کے ختنے کے حوالے سے تین آراء ہیں ایک رایہ ہے مختن پیدا ہوا دوسرا قول یہ ہے بدستور عرب عبد المطلب نے ساتویں روز پر آپ کا ختنہ کرائی تیسری رایہ ہے کہ حلیمہ سعدیہ کے ہاں ان کا ختنہ ہوا تھا۔پہلے اور دوسرے قول میں تطبیق یہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام مختون پیدا ہوئی عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ "پیغمبر علیہ السلام مختون پیدا ہوئے عبد المطلب کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا اور یہ کہا کہ میرے بیٹے کے بڑے ہی شان ہوں گے "(ابن سعد، الطبقات، ج1، ص64) اس روایت کی سند انتہائی قوی ہے جبکہ ختنہ کی تکمیل عبد المطلب نے ساتویں روز کی جیسا کہ عرب میں دستور تھا کہ ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی سنت کے مطابق مولود کے ساتویں روز کراتے تھے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

حضانت ورضاعت

پیغمبر علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے بعد تین چار دن تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماں آمنہ بی بی آپ کو دودھ پلایا پھر پیغمبر علیہ السلام کے چچا ابو لہب کی ازاد کردہ لونڈی ثوبیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا ثوبیہ نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خبر ابو لہب کو دیا تو انہوں نے اس خوشی میں ثوبیہ کو ازاد کر دیا ثوبیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سگے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلایا تھا اس لیے حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ پیغمبر علیہ السلام کی رضاعی بھائی بھی ہیں۔

عرب کے شہری لوگوں کا یہ رواج تھا کہ وہ اپنے اولاد کو شہر کے مرضوں سے بچانے کیلئے دیہات میں بھیجتے تاکہ طاقتور اور مضبوط جسم والے بن جائیں دیہات کے صاف وشفاف اب وہوا میں ان کی نشونما ہو جائیں اور خالص عربی زبان سیکھیں پیغمبر علیہ السلام کے پیدائش کے بعد عرب کی دستور کو برقرار رکھتے ہوئے عبدالمطلب نے دودھ پلانے کے لیے دایاں ڈھونڈنا شروع کیا تو اسی سال بنی سعد کی عورت شیر خوار بچوں کی تلاش میں مکہ ایا کرتی تھیں اور پیغمبر علیہ السلام کو قبیلہ بنو سعد بن بکر کی ایک خاتون حلیمہ بنت ابی ذؤیب السعدیہ کے حوالہ کیا حلیمہ بنت ابی ذؤیب فرماتے ہیں کہ جب ہم شیر خوار بچوں کو ڈھونڈنے کے لیے آئے تو پیغمبر علیہ السلام کے علاوہ مجھے کوئی بچہ نہیں ملا اور دوسری عورتوں نے اس لیے نہیں لیا کہ پیغمبر یتیم تھے واپسے سے قبل میں نے اپنے شوہر حارث بن عبد العزی (جس کی کنیت ابو کبشہ تھے اور قبیلہ بنو سعد سے تعلق رکھتے تھے) سے مشورہ کیا کہ ہمیں ایک شیر خوار بچہ بھی نہیں ملا سوا اس یتیم بچے کے اگر آپ اجازت دیتے ہیں تو ہم ان کو اٹھائیں گے شوہر نے اجازت دیا حلیمہ نے پیغمبر کو اپنے گود میں لیا اور اپنے قبیلے آئیں رات کی وقت جب حارث دودھ دھونے کے لیے اونٹنے کے پاس گیا تو پہلے اس کے تن میں ایک قطرہ بھی نہ تھا تاکہ ہم اس سے سیر اب ہو جائیں لیکن پیغمبر کو گود میں لینے کی وجہ سے اس کے تن دودھ سے بھرے ہوئے تھے حارث نے دوہا ہم نے خوب سیر ہو کر پیا اس کے ساتھ ساتھ حلیمہ سعدیہ کے پستان بلکل خشک تھے لیکن پیغمبر کی وجہ سے وہ بھر گئی پیغمبر علیہ السلام نے خود بھی پیا اور اس کے رضائی بھائی عبداللہ بن حارث فرزند حلیمہ سعدیہ نے بھی پی لیا اور دونوں سو گئی رات کو ہم نے آرام کے ساتھ گزارا اور جب صبح ہم نے واپسی شروع کیا تو ہماری سواری نے انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ سفر شروع کیا اور قافلے سے آگے آگے چلتا تھا عورتوں نے کہا اے ابو ذؤیب کی بیٹی! ارے یہ کیا ماجرا ہے؟ ذرا ھم کو بھی باخبر کر دیں اور ھم پر رحم کریں۔ اخر یہ وہی کمزور سواری تو ہے جس پر تو سوار ہو کر ائی تھیں۔

میں جواب دیتی کہ بلکل یہ وہی ہے وہ کہ رہے تھے کہ اس وقت آپ اس کو تو کوڑے مار مار کر آتے اب آپ کیسے اتنے تیزی کے ساتھ سفر کر رہے ہیں اسی طرح جب حلیمہ بکریوں کو چھوڑتے تو شام کو چراگاہ سے پیٹ بھر کر اور دودھ بھر کراتے، لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے تھے کہ آپ بھی اپنے بکریوں کو ان کی بکریوں کی جگہ چرایا کرو لیکن وہ دودھ بھر کر نہ آتے اور نہ پیٹ بھر کر آتے. حلیمہ سعدیہ نے پیغمبر کو دوسال دودھ پلایا اور جب مدہ پورا ہو گیا تو حلیمہ سعدیہ نے آپ کو آمنہ بی بی کے ہاں لے کے گیا اور پھر آمنہ بی بی سے اپ کی دوبارہ لے جانے کی بات کی آمنہ بی بی نے بات مان لیا اور حلیمہ نے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ لایا۔

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

شق صدر

دوسرے دفعہ پیغمبر علیہ السلام جب حلیمہ سعدیہ کے ساتھ گیا پیغمبر کی ولادت کا چوتھا سال تھا کہ ایک دن پیغمبر علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ بکریاں چرانے گئی تو شق صدر کا واقعہ پیش آیا۔ اس واقعے کے بعد حلیمہ سعدیہ کو پیغمبر علیہ السلام کے خطرہ محسوس ہوا اور پیغمبر علیہ السلام کو ان کے ما آمنہ بی بی کے حوالہ کر دیا(ابن هشام، سیرۃ، ج1، ص56) آمنہ بی بی نے پوچھا کہ دوسرے مرتبہ آپ نے بہت اصرار سے پیغمبر علیہ السلام کو لیا پھر کیوں میرے مطالبے کے بغیر آپ نے پیغمبر علیہ السلام کو واپس کر دیا حلیمہ سعدیہ نے شق صدر کا سارا واقعہ بتایا تو آمنہ بی بی نے سارا واقعہ اطمینان کے ساتھ سن کر بتایا کہ میرے بیٹے کے شان بہت بڑے ہیں اس کو کوئی شیطان کسی قسم کا تکلیف نہیں پہنچا سکتی وجہ یہ ہے کہ میں نے اس مولود مسعود کے زمانہ حمل اور زمانہ ولادت باسعادت میں بہت سے انوارات اور برکات دیکھے ہیں۔

شق صدر کے حقیقت

شق صدر سینہ مبارک چاک کی جانے کو کہتے ہیں اور اس سے مراد امر معنوی نہیں ہے جس طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد شرح صدر ہے یہ بات یاد رکھیے کہ شق صدر سے مراد سینہ چھاک جانا ہے اور اس سے انکار کرنا جہالت ہے اس کے متعدد وجوہات ہیں اول یہ کہ اگر اس سے مراد شرح صدر ہے ہو تو پھر اس روایت کا کیا مطلب ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیغمبر علیہ السلام کے سینے میں سلائی کا نشان خود دیکھا تھا دوسرا یہ کہ شرح صدر عام ہے ہر کوئی کا ہو سکتا ہے جبکہ شق صدر ایک خالص الخاص معجزہ ہے تیسرا یہ کہ کس طرح ایک انسان دوسری انسان کا اپریشن کر کے دل نکالتے ہیں اور یہ ممکن ہے تو اللہ قادر ذات ہے وہ اپنے ملائکہ کے ذریعے ایک انسان کی دل نکال کر دوبارہ رکھ سکتے ہیں۔

شق صدر کی اسرار اور حکمتیں

پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی چار مرتبہ شق صدر ہوا اور ہر ایک میں جداگانہ حکمتیں ہیں اور وہ یہ ہیں. پہلی بار حلیمہ سعدیہ کے ہاں شق صدر میں قلب سے ایک سیاہ نقطہ نکالا گیا جو شیطانی حصہ تھا تا کہ قلب مبارک شیطانی وسوسوں سے پاک ہو جائے. دوسری بار دس سال کی عمر میں اس لیے قلب چاک کیا تھا تا کہ آپ کے قلب مبارک مادہ لہو ولعب سے پاک ہو جائے. تیسری بار بعثت کی وقت اس لیے شق صدر کیا گیا تا کہ آپ کا قلب اسرار وحی اور علوم الہیہ کا تحمل اور برداشت کر سکے. چوتھے بار معراج کی وقت اس لیے قلب مبارک چاک کیا گیا تا کہ علوم ملکوت کی سیر، ایات الہیہ اور رب العالمین کی مناجات کا تحمل کر سکے. (ابن حجر، فتح الباری، ج۷، ص۲۰۵ باب المعراج)

مہر نبوت کب لگائی گئی؟

پیغمبر کے دونوں شانوں کے درمیان مہر لگانے میں دو اقوال ہیں بعض کہتے ہیں مہر نبوت ابتدائے ولادت سے تھے اور علماء بنی اسرائیل پیغمبر علیہ السلام کو اسی علامت سے جانتے تھے جیسا کہ سفر شام میں بحیرہ راہب نے حضور کو اس مہر سے پہچانا حضور اس وقت بارہ سال کے تھے اور بعض کے نزدیک مہر شق صدر کے بعد لگائی گئی. قول اول اصح ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ مہر نبوت ابتدائی ولادت سے تھی اور دونوں اقوال میں تطبیق یہ ہیں کہ پیغمبر کی مہر نبوت ابتدا سے تھے اور شق صدر کے بعد مہر لگانے سے پچھلے ختم نبوت کی جدیدیت ہوا اسی طرح تطبیق ساری روایات میں ہو جاتی ہے

(زرقانی، محمد بن عبد الباقی شرح مواهب لدنیہ مصر، مطبع ازهریہ، 1325ھ، ج1، ص160 تا 163)

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

بی بی آمنہ کا انتقال

پیغمبر علیہ السلام کا عمر جب چھ سال کو پہنچے تو آمنہ بی بی نے مدینہ کا قصد کیا تا کہ اپنے متوفی شوہر کی قبر کی زیارت کریں اور میکہ کے گھر بھی جائیں آمنہ بی بی نے اپنی یتیم بیٹے آپ اور اپنی نوکرانی ام ایمن کی معیت میں سفر کیا اور وہاں مدینہ میں اپنے میکہ کے گھر قیام کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر واپس آرہے تھے کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ابوا مقام میں ان کا انتقال ہوا اور وہی مدفون ہوئی۔

سفر شام اور ملاقات راہب

پیغمبر علیہ السلام کا عمر بارہ سال کو پہنچ چکا تھا کہ ابو طالب نے حضور کو شام کے سفر میں اپنی همراہ لے گئے اور پیغمبر علیہ السلام کو بھی ساتھ لے کے جارہا تھا کہ شام کے قریب مقام بصرہ پہنچا وہاں ایک عیسائی راہب رہتا تھا جس کا نام جرجیس تھا اور بحیرہ راہب کے نام سے مشہور تھا وہ اخری پیغمبر کی علامات کو پہچانتے جس کی خبر سابقہ کتب میں دی گئی ہیں اہل مکہ کا قافلہ جب بحیرا راہب کی صومعہ کے پاس جا کر اترا تو بحیرا راہب نے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا ان کو پہچان لیا اور پیغمبر علیہ السلام کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا تو بحیرا راہب نے ابو طالب کو کہا کہ یہ اللہ کے اخری رسول ہیں اور اسے اپنے ساتھ شام نہ لے جایا کرو وہاں یہود ہے ان کو پہچانیں گے اور پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کو تکلیف و نقصان پہنچائیں گے ابو طالب نے کہا کہ آپ کو کیسے پتہ چلا کہ یہ اللہ کے اخری رسول ہیں تو بحیرہ راہب نے بتایا کہ جس وقت آپ سب گھاٹی سے نکلے تو ساری درخت اور پتھر جھک گئے اور یہ مخلوق میں انبیاء کے علاوہ کسی اور کے سامنے نہیں جھکتے اور دوسرا یہ کہ میں نے ان کے شانوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا جس کی وجہ سے میں نے پہچان لیا ابو طالب نے بعض غلاموں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ واپس کیا (ابن ھشام، سیرۃ، ج 1، ص180 تا183) بعض روایات میں ابو بکر اور بلال رضی اللہ تعالی عنھما کے همراہ بھیجنے کا ذکر ہے لیکن ان روایات میں ابو بکر اور بلال کو ساتھ بھیجنے کا ذکر مدرج فی المتن ہے مدرج فی المتن اس حدیث کو کہتے ہیں جس حدیث کے متن میں کسی راوی کا قول یا وضاحت شامل ہو جاتے ہیں جو حصہ اصل حدیث کا حصہ نہ ہو یعنی پیغمبر علیہ السلام کے قول کا حصہ نہ ہو (تیسیر مصطلح الحدیث ص88، باب المدرج) مدرج حدیث کی تصحیح کے لیے محدثین نے مختلف قواعد وضوابط ذکر کی ہے تا کہ اصل اور اضافی باتوں میں فرق کیا جاسکے لہذا افراد کے ناموں کے بارے میں مستند اور واضح معلومات نہیں ملتی اور یہ بات یقینی نہیں ہے کہ وہ کون تھے؟

حضور کا بکریاں چرانا

جوانی کی زندگی میں پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کا کوئی خاص اور معین کام نہیں تھا جس طرح بچپن میں حضور حلیمہ سعدیہ کے یہاں بکریاں چرائیں اسی طرح جوانی میں بھی بکریاں چراتے تھے لیکن جوانی میں پیغمبر علیہ السلام اہل مکہ کے بکریاں چرا کر ان سے اجرت لیتے تھے۔ وجہ یہ ہے کہ کسب معاش پر اجرت لینا یہ انبیاء کرام کی سنت اور عمل ہے

بکریاں چرانے میں حکمتیں

گائے اور اونٹ کا چرانہ مشکل کام نہیں جس طرح بکریوں کا چرانا مشکل ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ بکریاں کبھی ایک طرف کبھی دوسرے طرف بھاگتے ہیں اور راعی ہر طرف خیال کرتے ہیں کہ کبھی کوئی بھیڑیا درندہ اسی نہ کھائی ہر وقت راعی بکریوں کے بارے میں فکر مند اور پریشان ہوتے ہیں جس طرح بکریوں کے ادھر ادھر جانے اور ان کو اکٹھے کرنے میں راعی صبر کرتے ہیں تو اسی طرح انبیاء کرام بھی امت کو شرک وکفر کے راستوں سے نکال کر حق

کے راستے پر اکٹھا کرتے ہیں اور جتنے تکالیف آجائے ان پر صبر کرتے ہیں اور ان تکالیف کو برداشت کرتے ہیں جس طرح بکریاں درندہ اور بھیڑوں کے حملے اور اس کے نتیجے سے باخبر ہوتے ہیں اسی طرح لوگ بھی شیطان کے حملے اور اس کی نتیجے سے باخبر ہوتے ہیں انبیاء کرام ہر وقت یہ کوشش کرتے ہیں کہ کہیں شیطان انسان کو گمراہی کے راستے پر نہ لے جائے ورنہ ان کا انجام بہت خطرناک ہوگا اسی وجہ سے انبیاء کرام امت کے غم میں فکر مند رہتے ہیں اور ان کو وقتاً فوقتاً سیدھا راستہ دکھاتے ہیں۔

حرب فجار اور نبی کریم کی شرکت

نبی کریم کی عمر جب پندرہ برس کی تھی اس وقت عرب میں ایک معرکہ قریش اور قبیلہ قیس کے درمیان واقع ہوا اس لڑائی کی دوران پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام بعض دنوں میں اپنے چچاؤں کی اصرار سے شریک ہوتے مگر خود قتال نہ کرتے بلکہ صرف تیر اٹھا اٹھا کر اپنے چچاؤں دیا کرتے تھے معرکہ جب شروع ہوا تو ابتدا میں قیس قبیلہ غالب ہوئے جبکہ اخری حصہ میں قریش قبیلہ قیس پر غالب ہوئی لیکن یہ معرکہ ایک دوسرے پر غلبے کے بغیر صلح پر ان کا خاتمہ ہوا۔ اس معرکے کو حرب فجار کہنے کا وجہ یہ ہے کہ اس جنگ میں حرام مہینے اور حرم دونوں کی حرمت ٹوٹ کی گئی۔

حلف الفضول اور نبی کریم کی شرکت

ماہ شوال میں جنگ (فجار) ختم ہوا تو ماہ ذیقعدہ الحرام میں حلف الفضول (معاہدہ) شروع ہوئی حلف الفضول ایک معاہدہ تھا جو سب سے پہلے قتل وغارت کی روک تھام کے لیے فضل بن فضالہ "فضل بن وداعہ" اور فضل بن حارثہ نے قائم کیا تھا اور انہی کے نام سے مشہور ہوا۔ اس معاھدے کے تجدید زبیر بن عبد المطلب نے کیا زبیر بن عبد المطلب نے چند قبائل قریش یعنی بنو تمیم بن مری، بنو زہرہ بن کلاب، بنو ہاشم اور بنو مطلب کو عبد اللہ بن جدعان کے گھر پر اکھٹا کیا اور سب کے لیے کھانے کا انتظام کیا اور اس حلف (عہد) میں اس بات پر اتفاق ہوا کہ ہم سب مظلوم کی تعاون کریں گے اور ظلم کرنے والے سے ان کا حق دلائیں گے اور اس مظلوم کی حمایت میں کوئی کمی نہیں کریں گے چاہے وہ مظلوم اپنا ہو یا پرایا (دیسی ہو یا پردیسی) ہم ان کی حمایت میں کمی اور کوتاہی نہیں کریں گے. (ابن سعد، الطبقات، ج 1، ص 128، 129) اس معاہدے میں پیغمبر علیہ السلام بھی موجود تھا نبوت ملنے کے بعد پیغمبر علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ میں عبد اللہ بن جدعان کے مکان پر ایک ایسے معاہدے اور اجتماع میں موجود تھا کہ اگر مجھ کو سرخ اونٹ اس معاہدے کے مقابلے میں دے جاتے تو میں سرخ اونٹ ہرگز نہ پسند کرتا اور اگر عہد اسلام میں مجھے اس معاہدے کے لیے دعوت دیا جاتا تو میں اس میں ضرور شرکت کرتا۔ (ابن ھشام، سیرۃ، ج 1، ص 133 تا 135)

سفر شام کا دوسرا سفر اور نسطوار راہب سے ملاقات

پیغمبر علیہ السلام کی عمر جب پچیس سال کو پہنچے تو اس وقت لوگوں نے تجارت کے غرض سفر شام کا ارادہ کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا قریش کی ایک شریف اور معزز خاتون تھی اور بڑی مالدار عورت تھی ان کی پاک دامنی اور عفت کی وجہ سے قریش میں پاکیزہ کے لقب سے معروف تھی خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا ہر مرتبہ اپنا سامان کسی کو مضاربت پر دیتے تھے اسی مرتبہ خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا اپنے سامان کو شام لے جانے کے لیے ایک امین اور صادق شخص کے تلاش میں تھی لوگوں نے خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کو پیغمبر علیہ السلام کے بارے میں بتایا وجہ یہ ہے کہ نبی کریم سے پہلے سے عرب میں الصادق اور الاًمین کے نام سے پہچانے جاتے تھے اور نبی کریم کو الصادق اوالاًمین سے بلاتے تھے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

نبی کریم کا پہلا نکاح

حضرت خدیجہ نے اپنے غلام میسرہ سے نبی کریم کے متعلق پوچھا، جواب میں میسرہ نے خدیجہ کو نبی کریم کی حالات سفر، شیرین اخلاق، بلند پایا کردار، امانت داری، دیانت داری، نسطوار راہب کا مقولہ، فرشتوں کا نبی کریم پر سایہ سے باخبر کیا۔ ان واقعات کو سننے کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا سمجھ گئی اور نبی کریم کی عظمت کو پہچانا خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہ کے دل میں حضور سے نکاح کا شوق پیدا ہوا اس سے پہلے بڑے بڑے رئیس اور سرداران خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا سے شادی کی خواہشمند تھے لیکن انہوں نے کسی کا پیغام منظور نہ کیا تھا خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی سہیلی نفیسہ بنت منبہ سے اپنی دل کی بات کیں پھر ان کے سہیلی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے باخبر کر دیا۔ پیغمبر علیہ السلام راضی ہو گئے اور اپنے چچا ابو طالب سے مشورہ کر کے اس معاملے بات کیں ابو طالب نے اسی قبول کیا نکاح کے وقت نبی کریم کی طرف سے ان کے چچا تھے اور خدیجہ رضی اللہ عنھا کے جانب سے ان کی چچا عمر بن اسد شامل تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ خدیجہ کے والد کا انتقال حرب فجار سے پہلے ہوا تھا(سہیلی، روض الانف، ج 1، ص 122) خطبہ نکاح ابو طالب نے پڑھایا نکاح کے وقت نبی کریم کی عمر پچیس سال تھی جبکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہ کی عمر چالیس سال تھی مہر میں بیس اونٹ مقرر ہوا (ابن هشام، سیرة، ج 1، ص 189، 190) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پہلا نکاح تھا اور ان کی وفات تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دوسری خاتون سے شادی نہیں کیں (ابن ھشام، سیرة، ج 1، ص 189، 190) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کل سات اولاد تھے خدیجہ کے بطن سے چھ اولاد تھیں دو بیٹے (قاسم اور عبد اللہ. طیب اور طاہر عبد اللہ کا القاب ہے) اور چار بیٹیاں (زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ) اس کے علاوہ ابراہیم ماریہ قبطیہ کے پیٹ سے ہیں نبی کریم کے اول بیٹا قاسم پیدا ہوئی اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابو القاسم پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب بچے بچپن میں انتقال کر گئی بچیوں میں تین زینب، رقیہ اور ام کلثوم نبی کریم کی زندگی میں ہی وفات پا گئی جبکہ حضرت فاطمہ نبی کریم کی وصال کے کچھ مہینے بعد وفات ہوئیں۔

حجر اسود کا اختلاف اور نبی کریم کا فیصلہ

جب کعبہ کی تکمیل مکمل ہو گئی تو اب حجر اسود رکھنے وقت کا وقت ایا ہر قبیلے نے یہ ارادہ کیا کہ وہ حجر اسود رکھنے کا شرف و امتیاز حاصل کریں حجر اسود کو اپنی جگہ پر رکھنے میں جب شدید اختلاف پیدا ہوا اور یہ تنازعہ چار پانچ دن تک مسلسل چلتا رہا اور وقتاً فوقتاً بڑھتا تھا تو قریش کے ایک معمر اور سند رسید ادمی ابو امیہ بن مغیرہ مخزومی نے یہ رایئے دیا کہ دوسرے دن جو شخص سب سے پہلے مسجد حرم کے دروازے سے داخل ہوا وہ ہمارا فیصلہ کرے گا سب نے اس کا رایہ قبول کیا سب لوگ اس انتظار میں تھے کہ یہ کون ہو گا لیکن جب صبح ہوئی اور لوگوں نے دیکھا تو ہمارے پیارے نبی کریم تھا لوگوں نے نبی کریم کو دیکھا تو کہا "ھذا محمد الأمین رضینا ھذا محمد الأمین" (یہ تو محمد امین ہیں ہم ان کو حَکَم بنانے پر راضی ہیں) یہ تو محمد امین ہیں لوگوں نے نبی کریم کو معاملے کی تفصیل بتائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر منگوائی اور اس کی بیچ میں حجر اسود رکھا اور متنازعہ قبائلوں کے سرداروں سے کہا کہ آپ سب اس چادر کا کنارہ تھام لیں تاکہ اس کی شرف سے کوئی قبیلہ رہ نہ جائے سب نے اس فیصلے کو پسند کیا اور چادر کو کناروں سے تھامہ اور چادر کو اس مقام تک اٹھایا جہاں رکھنا تھا پیغمبر علیہ السلام نے بذات خود حجر اسود اپنے ہاتھوں سے لیا اور جہاں رکھنا تھا اس مقام پر رکھ دیا اور حجر اسود کا فیصلہ جنگ و جدال کے بغیر حل ہوا۔

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

رسوم جاہلیت سے نفرت اور بیزاری

اللہ رب العالمین نے انبیاء کرام پر زندگی میں دو ادوار لائے ہیں ایک نبوت سے پہلے اور دوسرا نبوت کے بعد۔ یہ بات یاد رکھنا چاہیں کہ انبیاء کرام نبوت سے پہلے نبی تو نہیں ہوئی تھی البتہ ولی کامل ہوتے ہیں اور بڑے بڑے اولیاء کرام ان کی ولایت سے وہ نسبت بھی نہیں ہوتی جس طرح قطرہ کو دریا کے ساتھ ہوتے ہیں یہ بات یاد رکھیے کہ انبیاء کرام معصوم عن الخطاء ہیں جس طرح انبیاء سے نبوت کے بعد کوئی خطا نہیں ہوتے اسی طرح نبوت سے قبل بھی انبیاء کرام سے کوئی خطا سرزد نہیں ہوا اور نہ ان کے خیال میں کوئی خطا کا سوچ ایا ہے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ "اہل جاہلیت جو کام کرتے تھے مجھے دو دفعہ کے علاوہ کبھی ان کا خیال نہیں گزرا اور اس دو مرتبہ بھی اللہ تعالی نے میرے اور اس کام کے درمیان رکاوٹ ڈالیں اور اللہ تعالی نے مجھے اس سے محفوظ رکھا اور اس کے بعد اللہ تعالی نے مجھے نبوت سے مشرف فرمایا "پیغمبر علیہ الصلاۃ و السلام نے فرمایا کہ ایک دن میں اپنے ساتھی سے کہا جو میرے ساتھ بکریاں چرا رہے تھے کہ اج رات آپ میری بکریاں چرائے اور میں مکہ جا کر کچھ کہانیاں سن کر آتا ہوں جب میں وہاں پہنچا اور مجلس میں بیٹھنے کا ارادہ کیا تو مجلس میں بیٹھتے ہی میری انکھیں بند ہو گئی اور میں سو گیا جب صبح ہوا تو سورج کی شعاعوں نے مجھے بیدار کیا جب میں واپس ایا تو ساتھی نے بتایا کہ آپ نے کیا سنا؟ میں نے بتایا کہ کچھ بھی نہیں کیونکہ میں وہاں پہنچتی ہی سو گیا اور صبح سورج کی شعاعوں نے مجھے بیدار کیا دوسرے بار ایک رات پھر میں نے یہی ارادہ کیا اور اپنی ساتھی سے وہ کچھ بولا جو پہلے بولا تھا لیکن مکہ پہنچتے ہی میرے ساتھ اسی طرح کا واقعہ پیش آیا پیغمبر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میرے ذہن میں کوئی خیال نہیں آیا یہاں تک کہ اللہ تعالی نے مجھے اپنی نبوت سے سرفراز فرمایا یہ حدیث مسند بزار میں موجود ہے حافظ ابن حجر اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند متصل ہے اور حسن ہے اور حدیث کی تمام راوی ثقہ ہیں ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں جلد 2 صفحہ نمبر 270 میں اس کی تضعیف کی ہے۔

ایک مرتبہ پیغمبر علیہ السلام قریش کی ایک مجلس میں بھیٹا جس میں قریش نے کھانے کا انتظام کیا تھا پیغمبر علیہ السلام نے کھانا کھانے سے انکار کیا اور اس کے بعد زید نے بھی کھانا کھانے سے انکار کیا اور کہا کہ ہم بتوں کے نام پر ذبح کی ہوئی جانور کو نہیں کھاتا بلکہ صرف وہی چیز کھاتے ہیں جس پر صرف اللہ کا نام لیا جائے (ابن حجر، فتح الباری، ج7، ص108) پیغمبر علیہ السلام کی گفتار اور معیار ہر انسان کے لیے ایک ماڈل ہے اور ہر ایک کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرنے چاہیں وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے خوش اخلاق، سب سے نرم پہلو، بہادر، سخی اور کریمانہ عادات سے ممتاز تھے۔

اردو خلاصہ بحث

مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے سیرت نگاری کے میدان میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ انہوں نے قبل از نبوت کے واقعات کو صرف تاریخی حوالوں تک محدود نہیں رکھا بلکہ ان کے اخلاقی، دینی اور دعوتی پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا۔ ان کی سیرت نگاری کا انداز محققانہ، مدلل اور عام فہم ہے جس میں روایت اور درایت دونوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اس مقالے میں یہ بات واضح ہوئی کہ قبل از نبوت کا دور دراصل پیغمبر اسلام ﷺ کی نبوت کے لیے ابتدائی تیاری کا زمانہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اعلیٰ اخلاق، امانت و دیانت، اور سماجی قیادت کے اوصاف عطا کیے۔ مولانا کاندھلویؒ نے ان پہلوؤں کو نہایت وضاحت سے بیان کیا اور سیرت نگاری میں ایک نیا علمی ذوق پیدا کیا۔

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

تجاویز و سفارشات

1. سیرتِ مصطفی ﷺ کے قبل از نبوت واقعات پر مزید تحقیقی مقالات مرتب کیے جائیں۔
2. مولانا ادریس کاندھلویؒ کی سیرت نگاری کا تقابلی جائزہ دیگر سیرت نگاروں کے ساتھ لیا جائے۔
3. جامعات میں سیرت المصطفی ﷺ کو نصاب کا حصہ بنایا جائے تاکہ طلبہ تحقیقی انداز میں سیرت کا مطالعہ کریں۔
4. قبل از نبوت کے دور کو عصری مسائل کے تناظر میں بیان کرنے کے لیے جدید تحقیقی ذرائع استعمال کیے جائیں۔
5. سیرت نگاری میں نوجوان محققین کو ترغیب دی جائے تاکہ یہ میدان مزید وسعت اختیار کرے۔